لیبیا میں سرقہ وحرابہ کے حدود

(۲)

از مولانا حبیب ریحان ندوی لکچرار اسلامی انسٹی ٹیوٹ، البیضاء (لیبیا)

دفعہ ۱۴

مکرر جرم کرنے والے مجرم کی توبہ سے متعلق تحقیقی کارروائیاں[1]

۱۔ دوبارہ جرم کرنے والے مجرم کو سابقہ دفعہ کے بند نمبر ا کی روشنی میں تین سال جیل میں رہنے سے قبل رہا نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ مجرم کو اس بات کا حق ہے کہ یہ مدت (تین سال) گزر جانے کے بعد نیابہ عامہ (پبلک پراسکیوٹر) کے پاس درخواست پیش کرے جس میں سرقہ یا حرابہ سے توبہ کا اعلان ہو، پھر نیابہ عامہ اس بات کی تحقیق کرے اور جیل میں اس کے چال چلن کے بارے میں متعلقہ لوگوں سے پوچھ تاچھ کرے، اور یہ بھی کہ کیا اس کو رہا کرنے سے اصلاح کی امید ہے یا نہیں؟ (ان تحقیقات واستفسارات کے بعد) پبلک پراسکیوٹر اپنی تحقیقات کے اوراق اپنی رائے کے ساتھ اس عدالت میں پیش کرے

۱۔ دراصل توبہ خدا اور بندہ کے درمیان ہوتی ہے اور یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس سے گناہ سے نفرت ہو جاتی ہے اور گنہگار گناہ سے باز رہنے کا عہد کرتا ہے، لیکن قانونی طور پر اس کی تحقیق اور تیقن ضروری ہے اور شریعت کے اصولوں اور مصلحت کے تقاضوں کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس سے مقصود سوسائٹی اور فرد کی اصلاح ہے۔

جہاں سے (مجرم کی سزا کا) فیصلہ صادر ہوا تھا۔

۳۔ عدالت مجرم کو رہا کرنے کا فیصلہ صادر کرے گی اگر اس کے نزدیک مجرم کی توبہ ثابت (متحقق) ہو گئی، عدالت کو اس بات کا حق ہوگا کہ وہ جیل سے رہائی کے بعد کچھ مدت کے لئے اس کی نگرانی کی شرط بھی لگا دے، مراقبہ (نگرانی) کی یہ مدت اس باقی مدت سے زیادہ نہیں ہو سکتی جتنی جیل کا فیصلہ عدالت نے مجرم کے حق میں پہلے صادر کیا تھا، (عدالت جرم سے باز رکھنے کیلئے) دوسری حفاظتی تدابیر کا حکم بھی دے سکتی ہے، بشرطیکہ وہ حریت (انسانی آزادی) کو مقید نہ کرتی ہوں۔

۴۔ اگر عدالت نے (توبہ کی) درخواست نامنظور کر دی تو نامنظوری کی تاریخ سے (پورے) ایک سال تک دوبارہ (مجرم) درخواست پیش نہیں کر سکتا۔

۵۔ عدالت سے صادر شدہ فیصلہ جو مجرم کی توبہ قبول کرنے کے بعد اس کو رہا کرنے کے لئے اس کے حق میں ہو یا (اس کے خلاف) توبہ کی درخواست کو نامنظور کرنے کی شکل میں ہو، (دونوں صورتوں میں) اس فیصلہ پر طعن (اعتراض یا اس کی اپیل) کسی بھی اپیل کے (رائج) طریقوں کی رو سے جائز نہ ہوگی، (یعنی عدالت کا فیصلہ اس باب میں آخری ہوگا اور کسی دوسری عدالت میں اس کے خلاف اپیل دائر نہ ہو سکے گی)۔

دفعہ ۱۵

حد والے جرم مدت گزرنے سے ساقط ہو جائیں گے[1]۔

---

[1] یعنی مقنن نے مدت گزرنے سے حد ساقط ہو جانے کا نظریہ فقہ حنفی سے اخذ کیا ہے، کیونکہ اصل وجہ یہ ہے کہ مدت گزر جانے کی وجہ سے گواہی میں شک پڑ جاتا ہے، اور یہ شک حد کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے لیکن مال کا ضمان ہوگا، وجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص جب کسی چور کو چوری کرتے دیکھتا ہے تو اس پر دو حالتوں میں سے کسی بھی ایک حالت پر عمل کرنا درست ہے، ایک تو یہ کہ "من ستر مسلما ستره الله" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ دونوں جرم جن پر اس قانون کی رو سے حد واجب ہوگی، یہ حد ساقط ہو جائے گی جس دن جرم کیا گیا اس سے پورے دس سال گزر جانے کے بعد، اور یہ اس صورت میں کہ مجرم خود اعتراف جرم نہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے پیش نظر وہ اس کی اطلاع نہ کرے اس حالت میں بھی وہ گناہگار نہیں، دوسری یہ کہ چوری کی کثرت ہوجانے، یا چوری سے نفرت ہونے یا سوسائٹی کو برائیوں سے پاک کرنے کی غرض سے فوراً اس کی اطلاع کرے اور اپنی گواہی دے، اس صورت میں بھی وہ گناہگار نہیں اور ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی اس نے اختیار کرلی گیا وہ اپنے واجب سے سبکدوش ہوگیا، لیکن اس وقت تو چور کی چوری کو چھپالیا اور اطلاع اور گواہی نہ دی لیکن مدت گزر جانے کے بعد اس کی اطلاع دی تو یہ شک واقع ہوجاتا ہے کہ گواہ نے اب یہ عمل نہ اس شخص کے فائدہ کے لئے کیا ہے جس کی چوری ہوئی اور نہ جب مجرم کے ستر کی غرض سے چھپایا تھا، اور اب کسی حقد وحسد، مخالفت یا عداوت کے پیدا ہوجانے کے بعد یہ گواہی دے رہا ہے حالانکہ اگر اس کو چوری کا خاتمہ یا سوسائٹی کی اصلاح مقصود ہوتی تو اسی وقت اطلاع دیتا، الغرض اس طرح گواہی میں شبہ پڑ جاتا ہے، اور حدود چھوٹے سے چھوٹے شبہ سے بھی ختم ہوجاتی ہیں۔ لیبی مقنن نے مدت کی تحدید امام ابوحنیفہ کے اس قول سے کی ہے کہ قاضی کو ہر زمانہ اور ہر جگہ عرف وحالات کے مطابق یہ مدت مقرر کرنے کا حق ہے۔ فقہ حنفی میں شرح فتح القدیر کے بیان کے مطابق امام محمد کا قول ایک ماہ کا ہے اور لکھا ہے کہ ایک روایت امام ابوحنیفہ وابویوسف سے بھی یہ ہے اور لکھا ہے کہ "وہو الاصح" امام محمد نے الجامع الصغیر میں مدت چھ ماہ رکھی ہے اور یہ بھی اقرب الی الصحہ اور معقول ہے، عصور اولیٰ میں اسلامی نظام قضا میں وہ سستی اور طول اور تعویقات نہیں تھیں جو یورپ سے آئے ہوئے نظام عدالت میں ہیں جن کی رو سے ایک ایک دعویٰ سالہاسال تک عدالتوں کے چکر کاٹتا رہتا ہے اس لیے اب یہ چھ ماہ کی مدت بھی کافی نہیں اس لئے مجتہد اور مقنن کو مدت کے تعین کا حق ضرور ہے جیسا کہ امام اعظم کے قول میں موجود ہے کیونکہ پولیس، پبلک پراسیکیوٹر، چھوٹی عدالتیں، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ وغیرہ کا طویل طریقہ موجود ہے لیکن گواہی اور گواہوں سے متعلق اصناف کی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کرے، اور یہ مدت پوری ہو گی ان احکام کے مطابق جو (لیبی) قانون عقوبات میں مقرر ہیں[1]۔

دفعہ ۱۶

حدود کی سزائیں مدت گزر جانے سے ساقط ہو جائیں گی۔

۱۔ وہ حدود جو اس قانون میں بیان کی گئیں ساقط ہو جائیں گی بیس سال گذر جانے سے لیکن صرف قتل کی سزا تیس سال بعد ساقط ہو گی، اور یہ سب اس صورت میں جب کہ (عدالت) کا صادر شدہ فیصلہ مجرم کے اقرار و اعتراف سے نہ ہوا (مطلب یہ ہوا کہ مجرم کے اقرار سے ثابت شدہ حد ساقط نہ ہو گی[2])

۲۔ حد ساقط ہونے کی مدت (عدالت کے) آخری فیصلے کے بعد سے شروع ہو گی۔

۳۔ ہر وہ مانع جو (حد) کو نافذ کرنے کی راہ میں مانع ہو گیا ہو وہ مدت میں محسوب نہ ہو گا[3]۔

دفعہ ۱۷

عقوبات حدود کی قطعیت اور لزوم۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عقلی اور واقعاتی دلیل کی رو سے مدت بہت زیادہ نہ ہونی چاہئے۔

۱۔ ان کا ترجمہ بھی بعد میں پیش کروں گا۔

۲۔ اعتراف کی صورت میں حد مدت گزرنے سے ساقط نہ ہو گی، یہ جمہور فقہاء امت کا قول ہے۔

۳۔ یہ تین صورتیں ہیں، پولیس یا عدالت تک کیس ہی نہ پہنچا، تو جرم دس سال میں ختم ہو جائے گا، فیصلہ صادر ہوا مجرم کی عدم موجودگی میں یا مجرم فیصلے کے بعد بھاگ گیا تو قتل کے سوا سزا بیس سال میں ختم ہو جائے گی، تیسری شکل یہ کہ بیماری وغیرہ جیسے کسی مانع کی رو سے سزا میں تاخیر ہوئی تو تاخیر کی یہ مدت محسوب نہ ہو گی۔

اس قانون میں منصوص حدود کی سزاؤں کو نافذ کرنے سے روکنے یا ان کو بدلنے یا ان میں کمی کرنے اور معاف کرنے کا فیصلہ (کسی کی طرف سے بھی) جائز نہیں ہے۔

دفعہ ۱۸

فیصلہ کو عدالت عالیہ میں پیش کرنا۔

احکام جنائیہ میں مقرر اپیل کے طریقوں اور قاعدوں میں استثناء کے ساتھ[1]۔

۱۔ اگر مجرم کی موجودگی میں حد کا فیصلہ صادر ہوا ہے، ان دونوں جرموں میں سے کسی ایک پر جو اس قانون کی دفعہ نمبر ا و ۳ میں بیان ہوئے ہیں، تو عدالت عالیہ کے سامنے اس کیس کے تمام اوراق فیصلہ کے چالیس دن کے اندر پیش کرنے ضروری ہیں، اور عدالت مجرم کے لئے وکیل کا بندوبست بھی کرے اگر اس کا دفاع کرنے والا کوئی نہیں ہے، اور پبلک پراسکیوٹر اپنی رائے اور رپورٹ کیس پیش کرنے کے بعد پندرہ دن کے اندر پیش کرے، اور مجرم کے وکیل کو اس کے پندرہ دن بعد اپنا دفاع پیش کرنا ہوگا۔

۲۔ عدالت عالیہ اس قضیہ میں قانونی اور موضوعی (قانون کی دیکھ بھال اور اس خصوصی کیس کی مکمل تفصیلی تحقیق کے بعد) فیصلہ کرے گی اور اس کا یہ فیصلہ آخری ہوگا۔

دفعہ ۱۹

حد کی تنفیذ

حد کا حکم اس وقت تک نافذ نہیں ہوسکتا جب تک کہ عدالت عالیہ اس قضیہ میں فیصلہ

۱۔ یہ مقررہ طریقے بعد میں بیان کروں گا، یہاں اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ براہ راست عدالت عالیہ میں اپیل کے کاغذات پیش کرنا بھی مقنن نے ضروری قرار دیا ہے اگرچہ کہ مجرم اپیل نہ بھی کرے کیونکہ یہ حد کا معاملہ ہے اور عدالت عالیہ کی تصدیق یا فیصلے کے بغیر نافذ نہیں ہوسکتا۔

نہ کر دے۔

دفعہ ۲۰

حد کی صورت میں قتل اور جیل کی تنفیذ کی صورت

قتل اور جیل کی تنفیذ جو اس قانون میں منصوص ہے وہ ان اصولوں اور طریقوں پر ہوگی جو (لیبی قانون میں) موت کی سزا اور جیل سے متعلق نافذ ہیں[1]۔

دفعہ ۲۱

قطع (ہاتھ یا پیر کاٹنے) کی سزا کی تنفیذ۔

اس قانون کی دفعہ نمبر ۲ و ۵ میں وارد قطع کی سزا اس طرح نافذ کی جائے گی۔

۱۔ (حد) کی تنفیذ سے پہلے (یعنی جس دن حد نافذ ہونے والی ہو اس کے مقررہ وقت سے بالکل متصل) محکوم علیہ کا طبی معاینہ ضروری ہے جو سرکاری ڈاکٹر کرے گا تاکہ وہ یہ رپورٹ پیش کرے کہ تنفیذ حکم کی وجہ سے کوئی خطرناک صورت تو پیش نہیں آسکتی، کسی بیماری کی وجہ سے، یا حاملہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے، اور اگر ڈاکٹر کی رائے یہ ہو کہ تنفیذ حکم میں تاخیر ہو تو اسے تاخیر کی مدت کا تعین کرنا ضروری ہوگا[2]۔

۲۔ قطع کا حکم جیل کے ہاسپٹل یا عمومی ہاسپٹل (کسی بھی سرکاری حکومت کے ہاسپٹل میں) نافذ اسپشلسٹ ڈاکٹر (سرجن) کے ذریعہ اور آپریشن کے طریقے پر، اور ان مناسب طبی طریقوں (سہولتوں) کے استعمال کے ساتھ جس میں محکوم علیہ کو بے حس (ANAESTHETISING) کرنا بھی شامل ہے[3]۔

۱۔ ان طریقوں کو بھی تفصیلی بحث میں پیش کروں گا۔

۲۔ یہ احتیاط شریعت مطہرہ کے اصولوں اور مصلحتِ عامہ کے تمام عقلی وفطری تقاضوں کی رو سے انتہائی ضروری اور معقول ہے۔

۳۔ مقنن نے یہ سہولتیں اس لیے رکھی ہیں کہ حد کا مقصود برائی سے روکنا، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۳۔ ہاتھ رسغ (گٹے، پہنچے) پر سے کاٹا جائے گا، جہاں ہاتھ کا جوڑ ہوتا ہے، اور پیر مفصل (ٹخنے) پر سے[1]۔

۴۔ مقطوع شخص طبی نگرانی میں اس وقت تک رہے گا جو مدت وہ سرجن متعین کرے جس نے آپریشن کیا ہے یہ نگرانی ہاسپٹل میں یا اس کے باہر دونوں جگہ ہوگی، اس کے لئے تمام احتیاطی تدابیر کی جائیں گی، اور ضروری علاج فراہم کیا جائے گا کہ دوسری محتمل تکلیفیں یا نقصانات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اور ڈرانا ہے، ہلاک کرنا یا تلف کرنا نہیں ہے، المغنی لابن قدامہ میں لکھا ہے کہ حد آسان اور سہل ترین طریقے پر نافذ ہوگی، یہ سہولت اور آسانی شرعی طور پر بالکل صحیح ہے مقنن نے ہاسپٹل میں حد کا نفاذ رکھا ہے، اس بات کی تصریح قانون یا یاد داشت میں مجھے نہیں ملی کہ کیا عوام الناس اس پر قیام حد کو دیکھیں گے یا نہیں، چاہے وہ ہاسپٹل ہی میں کیوں نہ جمع ہوں، کیونکہ قیام حد جس طرح مجرم کو دوبارہ اس فعل شنیع سے باز رکھنے کا ذریعہ ہے اسی طرح وہ پوری سوسائٹی اور عوام الناس کو بھی برائی سے روکنے اور باز رکھنے کا فطری طریقہ ہے اور محض قطع کی خبر اخبار میں پڑھنے یا ریڈیو پر سننے سے شاید وہ تاثر اور چوری سے خوف، نفرت اور نفسیاتی انفعال نہ ہو جو بذات خود اس کا مشاہدہ کرنے سے ہو، لیکن بہت ممکن ہے کہ عصر حاضر میں ٹیلی وژن سووی اصلاحی فلمیں اور سنیما اس تاثر، انفعال اور خوف و زجر کے جذبات پیدا کرنے میں مدد کرے اور اس طرح شریعت کا منشا پورا ہو۔

۱۔ یہ تقریباً جمہور فقہائے اہل سنت کی رائے ہے۔ ابو ثور اور امام احمد کا ایک قول قرطبی نے نقل کیا ہے کہ پیر اس طرح کاٹا جائے گا کہ ایڑی کا حصہ بچ جائے، مزید تفصیل سرقہ و حرابہ کی مفصل بحث میں کروں گا۔

پیش نہ آجائیں[1]۔

۱۔ یہ تمام احتیاطی تدبیریں ضروری اور شرعی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم موجود ہے "فاقطعوہ واحسموہ" حسم کے معنی یہ ہیں کہ خون بہنے والی رگوں کو گرم لوہے سے داغا جائے یا المغنی لابن قدامہ میں ہے کہ گرم تیل میں ڈالا جائے تاکہ خون نہ بہے، امام شافعی اور احمد کے نزدیک حسم کرنا مستحب ہے لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور اس کی دلیل اور ضرورت فقہ حنفی کی کتابوں میں اس طرح مدرج ہے کہ "اگر حسم نہ کیا جائے گا تو ہلاکت اور تلف کی نوبت آجائے گی اور حد زاجر ہوتی ہے نہ کہ متلف"، اس قول اور دلیل کی رو سے احتیاطی تدابیر نہ صرف یہ کہ مستحسن ہیں بلکہ واجب ہیں تاکہ مزید نقصان، امراض یا موت واقع نہ ہو جائے، لیبی مقنن نے اسی انسانی اور شرعی حکمت کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا ہے عصور اولی میں خون روکنے اور نقصانات سے بچانے کا بہترین طریقہ وہی رائج تھا جو اوپر بیان کیا گیا، روح شریعت، مصلحت شریعت اور تقاضائے شریعت یہی ہے کہ ہر عصر میں بہترین اور ماڈرن احتیاطی طریقے استعمال کیے جائیں، اس لئے ڈاکٹر، سرجن، ہاسپٹل، دوائیں اور نگرانی سب شرعی حیثیت سے نہ صرف یہ کہ مستحسن اور مستحب ہیں بلکہ ضروری اور واجب ہیں، لیبیا میں علاج مفت ہے اور ہر باشندہ کو مفت علاج کی سہولتیں مہیا ہیں، جن ملکوں میں یہ سہولتیں عوام کے لئے مفت نہ بھی ہوں وہاں بھی ان طبی احتیاطوں اور دوائیوں کی قیمت حکومت ہی پر ہونی چاہیئے، خدا بھلا کرے ائمہ فقہ کا جزئیات تک پر بحث کر چکے ہیں، حسم کرنے کے سلسلے میں داغنے یا تیل وغیرہ کی قیمت کون ادا کرے گا؟ احناف کے نزدیک اس کی قیمت چور ادا کرے گا کیونکہ مجرم وہ ہے، اور امام شافعی واحمد کا قول یہ ہے کہ بیت المال اور حکومت ادا کرے گی، حالانکہ حسم ان کے نزدیک واجب نہیں صرف مستحسن ہے اور احناف کے نزدیک واجب ہے، دونوں اقوال اپنے مخصوص زاویہ نظر اور تفکیر کی وجہ سے صحیح ہیں، لیکن دوسرا قول فطری اور انسانی جذبات کی روشنی میں اصح ہے۔

طبی سہولتوں کا تذکرہ یہاں آگیا اس لیے راقم ایک اجتہادی مسئلہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دفعہ ۲۲ -

قطع سے متعلق خاص احکام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مختصر طور پر فقہاء و مجتہدین امت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے، وہ مسئلہ یہ کہ یہ مقطوع ہاتھ کس کی ملکیت ہے؟ اور اس کا کیا کیا جائے؟ کیا یہ حکومت کی ملکیت ہے کہ اس کو بازار یا مسجد کے دروازہ پر لٹکا دیا جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو؟ یا دفن کر دیا جائے کہ جسم انسانی کی حرمت کا تقاضہ یہی ہو؟ یا یہ مقطوع کی گردن میں ڈال دیا جائے کہ حاضرین جو قطع کے مشاہدہ کے بعد تاثر اور انفعال کی کیفیت سے لبریز ہو چکے ہوں وہ اس مقطوع ہاتھ کو اس کی گردن میں لٹکا ہوا دیکھ کر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو جائیں؟ اور یہ ہاتھ اس شخص کی ملکیت ہو؟

مالکی مفسر ابو عبداللہ القرطبی لکھتے ہیں: "وتعلق ید السارق فی عنقه، قال عبد الله بن محیرز سألت فضالة عن تعلیق ید السارق فی عنقه، أمن السنة هو؟ فقال، جیئ رسول الله صلی الله علیه وسلم بسارق فقطعت یده ثم امر بها فعلقت فی عنقه، اخرجه الترمذی وابو داؤد والنسائی" (تفسیر القرطبی ۶-۱۷۲) امام شافعی اور احمد کے نزدیک بھی یہ سنت ہے، اس کی طرف اشارہ اور احناف کا مسلک ابن ہمام اس طرح واضح کرتے ہیں: "ویسن تعلیق یده فی عنقه لانه علیه السلام امر به رواه ابو داؤد وابن ماجه، وعندنا ذلک مطلق للامام ان رآه ولم یثبت عنه علیه الصلاة والسلام فی کل من قطعه لیکون سنة" (شرح فتح القدیر ۴-۲۴۸) اس اختلاف فقہی کا ماحصل یا نتیجہ یہ نکلا کہ احناف کے نزدیک قطع سے زجر مکمل ہو گیا، اب مزید زجر گردن میں ہاتھ لٹکانے سے واجب یا سنت موکدہ نہیں، دوسری بات یہ کہ اگر امام چاہے تو مزید زجر کے لیے گردن میں ہاتھ حدیث کی رو سے لٹکا سکتا ہے لیکن دونوں صورتوں میں کسی کو بھی مان لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے قطع ید اور اس کو گردن میں حائل کر دینے کے بعد اب کسی زجر کی ضرورت ہے نہ حکمت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۱۔ چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اگرچہ کہ وہ مشلول ہی کیوں نہ ہو، یا انگوٹھا کٹا ہوا ہو،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اب سوال طلب مسئلہ صرف یہ رہ جاتا ہے کہ کسی بھی صورت سے زجر مکمل ہو جانے کے بعد یہ مقطوع ہاتھ کس کی ملکیت ہوگا۔

عصور اولی میں اس ملکیت اور عدم ملکیت سے نہ کوئی فائدہ تھا اور نہ اس کی کوئی ضرورت تھی۔ نص کی موجودگی میں اور شریعت کی روح کے خلاف اجتہاد ناجائز بھی ہے، لیکن روح شریعت کے موافق اجتہاد اور تفکیر نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحسن اور بعض اوقات ضروری ہے۔ حد کے متعلق یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ وہ گناہ سے باز رکھنے اور تادیب وتخویف اور زجر کے لئے رکھی گئی ہے، چور کی تادیب اس طرح ہوگئی کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا، اور عوام الناس کے لئے تخویف وتاثیر کا باعث یہ ہوگیا کہ انھوں نے اس کے قطع کا اندوہناک اور اثرانگیز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس کا ہاتھ خدا کی حد کو توڑنے اور عصیاں کی وجہ سے اس کی گردن میں پڑا ہوا بھی انھیں نظر آگیا اور اس کاروائی سے مکمل طور پر شریعت کا مقصد پورا ہوگیا۔

علم طب کی روزافزوں ترقیاں اور آپریشن کے جدید طریقوں میں محیر العقول ـــ لیکن محیر القلوب نہیں ـــ بلکہ مقلب القلوب تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، اور "سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق" (فصلت ۔ ۵۳) کی قرآنی صداقت سائنس اور طب کی تجلیوں میں نمودار ہونے کے لئے بے قرار ہے، اور اسلام علم کے سارے فوائد اور سائنس وطب کی تمام سہولتوں سے فائدہ اٹھانے میں مسلمانوں کے لئے کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا بشرطیکہ وہ کتاب وسنت کے اصولوں اور شریعت کی روح کے مخالف اور منافی نہ ہوں۔

اس صورت حال کے پیش نظر ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی کی بیان کردہ اس حدیث اور مسئلہ پر نظر ڈالیں جو راقم نے فتح القدیر اور قرطبی سے نقل کیا ہے، اور اگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ مقطوع ہاتھ اس شخص کی ملکیت ہے جس کے جسم سے وہ کاٹا گیا ہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یا انگلیاں کٹی ہوئی ہوں¹، اگر شلل کی وجہ سے اس کے کاٹنے سے ہلاک ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔

۱۔ یہ احناف کا قول ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تو پھر اس کے لیے طب کی ان سہولتوں اور کم یاب سہی لیکن کامیاب تجربوں سے مدد لینی جائز ہے یا نہیں؟ جن کی رو سے کٹے ہوئے ہاتھ، پیر دوبارہ جوڑے جانے اور سیدھا ہاتھ الٹی جگہ اور الٹا ہاتھ سیدھی جگہ پر جوڑے جانے کے کامیاب تجربے اور قصے جو ہم اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں؟ قطع کے سلسلے کی ساری طبی سہولتیں تو گورنمنٹ کو دینی ضروری ہیں، لیکن اگر یہ طبی آپریشن فقہی طور پر جائز ہو تو اس پر خرچ کی جانیوالی رقم یا سہولتیں حکومت پر ہرگز ضروری نہیں ہوں گی، بلکہ یہ رقم مجرم کو اپنے پاس سے خرچ کرنی ہوگی یا اس کے اعزہ، اقربا اور دوست احباب اگر چاہیں تو اس کی مدد کرسکتے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ممکن ہے کہ اس طرح مجرم اور سوسائٹی دونوں میں جرم سے اجتناب اور خوف کم ہو جائے گا، اور اس طرح شریعت کی حکمت پوری نہیں ہوسکے گی، یعنی حد زاجر نہ رہ جائے گی لیکن راقم کے نزدیک یہ محض ایک فرضی اعتراض ہوگا، کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ شریعت کی پہلی حکمت یعنی مجرم کو سزا دہ تو پوری ہوگئی، دوسری حکمت یعنی سوسائٹی اس سے سبق سیکھے وہ بھی پوری ہوگئی، تیسری بات یہ کہ یہ آپریشن تو ابھی کمیاب ہے اور تجربہ کی دنیا میں ہے اور بہت مخصوص ملکوں میں ہے، لیکن کوئی سا بھی معمولی سے معمولی آپریشن سو فیصد کامیاب ہونے کی گارنٹی اپنے اندر نہیں رکھتا، اور یہ کہنا کہ اس طرح چور بار بار چوری کرے گا اور آپریشن کرا لیا کرے گا، ایک محال مفروضہ ہے، کیونکہ عام انسان ان آپریشنوں تک کو بلا وجہ بلا ضرورت اور بلا خوف نہیں کراتے جن کی کامیابی کا علم تجربہ کی رو سے بار بار ثابت ہوتا رہتا ہے، اور یہ بھی مشاہدہ ہے کہ معمولی سے آپریشن تک میں جان تک جانے کا خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے، اس لیے چور محض اس آپریشن کی تسلی میں دوبارہ چوری کرنے کی جرأت قم کے خیال میں ہرگز عام حالات میں نہیں کرسکتا، اور یوں تو پھر ایک ہاتھ ضائع ہو جانے کے بعد بھی دوبارہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲۔ چور کا ہاتھ حسب ذیل صورتوں میں نہ کٹے گا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

چوری کرنے والے اور دوبارہ ان پر قطع کی حد نافذ ہونے والے ہزاروں ہزار میں ایک دو مل ہی سکتے ہیں اور میرے خیال میں نہ کوئی دوسرا سوسائٹی کا وہ شخص جو چوری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس سہولت کی وجہ سے چوری کا ارادہ کرے گا کیونکہ اس سہولت کے موجود نہ ہونے کی صورت میں بھی جسے چوری کرنی ہوتی ہے وہ قطع ید جیسی سخت سزا کی موجودگی میں بھی یہ کام کرتا ہے، اور نہ کوئی صالح شخص اس آپریشن کی سہولت مہیا ہونے کے بعد خوشی اور بلا خوف یہ کام شروع کر دے گا، علاوہ فطرتِ بشری کے اصولوں کے بھی یہ بات قابل غور ہے کہ یہ آپریشن نہ ہر صورت میں کامیاب ہو سکتا، نہ ہر ملک میں ہو سکتا، اور اس پر ہزاروں کے مصارف آ سکتے ہیں، کسی بھی چور کے لئے سو فیصد کامیابی کا یقین کیسے ہو سکتا ہے؟ اور کیا ہزاروں روپیہ برباد کرنے کے بعد بھی مشتبہ و مشکوک، خطرناک اور غیر یقینی کامیابی کا سہارا لے کر کوئی شخص بہ ہوش و حواس چوری کا ارادہ کر سکتا ہے؟ ایک اعتراض یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "فاقطعوا" کی نص میں قطع کا حکم دیا گیا ہے، یہ بات بالکل صحیح ہے، لیکن اس ظاہر نص کی روشنی میں ہمیشہ فقہاء نے حدیث و اقوالِ صحابہ کی مدد سے احکام کے استنباط کیے ہیں، اس کے علاوہ یہ بات صحیح ہے کہ نص میں قطع کا قطعی حکم ہے اور اس کی قطعیت سے انکار نعوذ باللہ کوئی مسلمان نہیں کر سکتا، اور حاکم کے حکم سے جب قطع ہو گیا تو اس حکم کا منشا پورا ہو گیا، ایک وقیع اشکال راقم کے نزدیک یہ ضرور ہے کہ اگر قطع کی حکمت یہ ہو کہ چور ہمیشہ اپنے ہاتھ سے محروم رہے تاکہ یہ اس کے لیے نکال اور عبرت ہو اور جو شخص اس کو دیکھے اس کے لئے بھی چوری سے باز رہنے کا ذریعہ ہو، اگر ایسا ہو تو پھر یہ آپریشن صحیح نہیں ہو سکتا۔ لیکن آیت قرآنی قطع کو بدلہ بتاتی ہے "جزاء بما کسبا، نکالاً من اللہ" اور نکال کے معنی قرطبی یہ لکھتے ہیں: "نکلت به اذا فعلت به مایوجب ان ینکل به من ذلك

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(الف) اگر اس کا بایاں ہاتھ کٹا ہوا ہے، یا مشلول ہے، یا انگوٹھا کٹا ہوا ہے، یا اگر انگوٹھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(الفعل" (۶-۴،۱۱) ایسا فعل کرنا جس سے اس فعل سے باز رہے، اور یقیناً قطع ید ایسی سخت سزا ہے جو بیک وقت جزا اور نکال کا کام دیتی ہے، آیت کے آخر میں ہے "فمن تاب من بعد ظلمہ واصلح فان اللہ یتوب علیہ" تابعی عطاء اور امام شافعی کے ایک قول میں توبہ قطع تک کو ساقط کر دیتی ہے تو کیا، جزا، نکال اور توبہ و اصلاح کے بعد یہ آپریشن . . . . ; صحیح نہیں ہوسکتا؟ بہر حال اگر قطع کی حکمت یہ ہو کہ تاحیات چور پر حد کا اثر باقی رہے تو پھر اس مسئلہ پر بحث ہی نہیں کی جاسکتی، لیکن راقم کے سامنے یہ نظیر ہے کہ عام حدود کے زاجر ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تاحیات ان کا اثر باقی رہے، زنا چوری سے زیادہ فحش کام ہے، اس کی حد کوڑے لگانا ہیں جن کا کوئی اثر تاحیات باقی نہیں رہتا، اگر تاحیات حد کا اثر باقی رکھنا ہی حد کی حکمت ہوتی تو پھر اس جرم میں عضو تناسل، خصیتین، یا اگر اس سے تناسل و توالد کی حکمت ختم ہونے کا خطرہ ہوتا تو کسی اور ایسے ظاہر عضو کو کٹوا دیا جاتا جس کو دیکھ کر دوسروں کو تاحیات عبرت حاصل ہوتی رہتی! شراب ام الخبائث ہے اس کی حد بھی کوڑے ہیں جن کا اثر تاحیات کچھ بھی باقی نہیں رہتا، اور کسی کے لئے بھی اس سے تاحیات عبرت حاصل نہیں ہوسکتی۔ حدودِ اسلامیہ کے عبرت آموز اور اثر انگیز ہونے کے لئے ان کا اعلان ہی کافی ہوتا ہے، اور ان کا نفاذ مسلمانوں کے مجمع میں ایک بار اس کی پوری ضمانت ہوتا ہے کہ ان کا اثر دلوں میں جاگزیں ہوگیا ہے۔

بہر حال راقم نہ تو اس مسئلہ کو جائز کرنے ہی کے درپے ہے، اور نہ اس سلسلے میں کوئی فتویٰ دینا چاہتا ہے کہ یہ مجھ جیسے ناقص علم و تجربہ والے کا کام نہیں، اور نہ کسی ایک عالم کے لکھنے سے اس مسئلہ میں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کٹا ہوا نہ ہو تو (کوئی سی بھی) دو انگلیاں کٹی ہوئی ہوں[1]۔

(ب) اگر اس کا دایاں پیر کٹا ہوا ہے، یا مشلول ہے یا اس میں ایسا لنگ ہے جس کی وجہ سے اس پر چلا نہیں جا سکتا[2]۔

(ج) اگر اس کا دایاں ہاتھ چوری کے بعد کسی بھی حادثہ کی وجہ سے جاتا رہا ہو (کٹ گیا یا ٹوٹ گیا ہو)

۲۔ (مذکورہ بالا صورتوں میں کسی بھی وجہ سے) اگر قطع نہ ہو سکے تو مجرم کو سزا تعزیر کے طور پر قانون عقوبات (لیبیہ) کے ماتحت دی جائے گی[3]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:

کوئی قول فیصل ہو سکتا، بلکہ یہ علمائے امت کی اکثریت کی رائے اور اجتہاد کی روشنی میں معرض بحث میں آ سکتا ہے، راقم مسئلہ صرف اسی لئے درج کر رہا ہے کہ مشاہیر اہل علم و فضل جن میں اجتہاد کی اہلیت اور شرعی شرطیں پائی جاتی ہوں وہ مسئلے کو واضح کریں۔

۱۔ یہ بھی احناف کا قول ہے کہ اس طرح منفعت جنس ختم ہو جائے گی، ہاتھوں سے پکڑنے کی صلاحیت جاتی رہے گی۔

۲۔ یہ بھی احناف ہی کا قول ہے کہ اس طرح پیر سے چلنے کی منفعت ختم ہو جائے گی کہ جسم کی ایک شق یعنی ایک جانب سے ہاتھ اور پیر کا ٹنے سے چلنا دوبھر ہو جائے گا اور شریعت کی یہ حکمت حد حرابہ میں ظاہر ہوتی ہے جہاں قطع میں اختلاف کا حکم دیا گیا ہے یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹا جائے گا۔

۳۔ قانون عقوبات میں وارد سزاؤں کا ترجمہ تفصیل مضمون میں کروں گا۔

دفعہ ۲۳۔

جزئیات میں رجوع کہاں کیا جائے؟

امام مالکؒ کے مذہب میں مشہور قول کی تطبیق کی جائے ان چیزوں میں جن کے متعلق نص (حکم) اس قانون میں وارد نہیں ہوئی ہے، سرقہ اور حرابہ کے سلسلے میں جن پر حد واجب ہوگی، اور اگر مشہور (مذہب) میں نص نہ پائی جائے تو قانون عقوبات (لیبیہ) کی تطبیق کی جائے۔ (۱)

اور (حد کے) جاری کرنے کے طریقوں کے بارے میں اس قانون میں جہاں نص نہ ہو وہاں قانون اجا ئات جنائیہ (لیبیہ) کی تطبیق کی جائے (۲)

اس قانون کے احکام قانون عقوبات یا کسی دوسرے قانون کے احکام کو لغو نہیں کرتے، ان چیزوں کو چھوڑ کر جن کے بارے میں اس قانون میں نص موجود ہے۔

دفعہ ۲۴۔

تمام وزیروں کو چاہیئے کہ اپنے اپنے دائرہ اختیار میں اس قانون کی تنفیذ کریں، اور اس قانون پر عمل کیا جائے سرکاری گزٹ میں چھپنے کے تیس دن بعد سے۔ (۳)

انقلابی کونسل

محمد علی الجدی عبدالسلام احمد جلود، وزیر اعظم

وزیر انصاف ۴ رمضان ۱۳۹۲ھ

۱۱ اکتوبر ۱۹۷۲ء

---

(۱) راقم تفصیلی مضمون "سرقہ و حرابہ شریعت اسلامیہ کی روشنی میں" کے اندر دونوں جرموں کی جزوی تفصیلات و مسائل مذاہب اربعہ و اقوال علمائے امت بیان کرے گا۔

(۲) اس کی تفصیل بھی بعد کو بیان کی جائے گی۔

(۳) یہ قانون سرکاری گزٹ میں ۱۸ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۷۲ء کو وزیر عدل (انصاف) (باقی حاشیہ ص پر)

کے حکم سے شمارہ ۴۰ سال نمبر ۱ میں نشر کیا گیا ہے، توضیحی یادداشت بھی اسی شمارہ میں نشر کی گئی ہے۔ جس کا ترجمہ راقم عنقریب پیش کرے گا۔ اس طرح اس قانون کا اجراء الحمد للہ ثم الحمد للہ لیبیا کی اسلامی سرزمین میں ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۷۳ء سے ہو گیا ہے۔ راقم کی اطلاع کے مطابق تادم تحریر (کیم اپریل ۱۹۷۳ء) ابھی تک کسی کے ہاتھ کٹنے کی اطلاع نہیں ملی ہے۔ تین چوری کی وارداتیں پبلک پراسیکیوٹر کے پاس آئی ہیں، جن میں تحقیق جاری ہے کہ کیا ان میں حد کی شرط پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اگر شرطیں نہ پائی گئیں تو تعزیری طور پر دوسری سزائیں ملیں گی، اور اگر شرطیں منطبق ہوئیں تو کیس عدالت میں پیش کئے جائیں گے، اور آخری فیصلے کے بعد اجرا ممکن ہوگا۔

جیسا کہ مضمون کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ لیبیا میں چوری کی وارداتیں دوسرے ملکوں کے بالمقابل بہت ہی کم ہیں، لیکن گذشتہ چند سالوں سے کچھ بڑھ رہی تھیں۔ انشاء اللہ قانون شریعت کے احیاء اور حدود کے اجراء بلکہ اعلان ہی کے بعد بہت جلد یہ کم واقعات بھی معدوم ہو جائیں گے، اور ایک حد کا قیام چالیس دن کی بارش اور اس سے جو خیر و برکت نازل ہوتی ہے اس سے بہتر ہے (تفسیر قرطبی ۱۲- ۱۶۶) کا مفہوم قلب مومن تو ہمیشہ سے سمجھتا ہے اور مانتا ہے، لیکن عام انسانوں اور عالمی قانون جنایات کے ماہرین کی عقل و نظر بھی اس کی حقانیت کی قائل ہو جائے گی، اور پھر جب کامل اسلامی نظام و قانون کی حکمرانی سارے اسلامی ملکوں میں زبان اور عمل سے شروع ہو جائے گی، کتاب و سنت کی پیروی مقصد حیات بن جائے گی اور خدا کی توحید اور رسولؐ کی محبت رگ جان میں پیوست ہو جائے گی تو پھر فرحت و انبساط ہر خطہ میں نظر آئے گا۔ انسانی آبادی کو پُرامن زندگی گذارنے کی کھوئی ہوئی سعادت پھر واپس مل جائے گی اور چوری، سینہ زوری اور تمام اخلاقی گراوٹوں، اقتصادی پریشانیوں اور نفسیاتی آفتوں سے وہ محفوظ ہو جائے گی۔ امت اسلامیہ کو قوت، عظمت اور نصرت سب دوبارہ واپس مل جائے گی، اور خدا کی زمین نورِ شریعت سے معمور ہو کر قلوب انسانی تجلیات کا طور بنا دیگی "یوم تری المؤمنین والمومنات یسعی نورہم بین ایدیہم وبایمانہم (حدید ۱۲)

ترجمہ "اس وقت تم مومنین اور مومنات کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور داہنے دوڑتا (پھیلا ہوا) ہوگا" لیکن شیاطین الانس والجن، طاغوت کے پجاری یعنی وہ منافقین جو مسلمانوں میں مل کر اسلام کو نقصان پہنچاتے ہیں، جن کے

قول وفعل میں تضاد ہے، جن کے باطن اسلامی شریعت سے بیر رکھتے ہیں، خدا پر اعتقاد نہیں رکھتے، رسولؐ کی اطاعت نہیں کرتے اور قانون الٰہی کے نفاذ سے پریشان ہوتے ہیں۔ وہ سب اس دن نفسیاتی کشمکش کا شکار ہوں گے۔ آیت قرآنی میں ان سے خطاب یوم قیامت کے سیاق میں کس قدر متاثر کر دینے والے پیرائے میں کیا گیا ہے، اور جس طرح وہ زندگی میں نفاق کرتے تھے اور ظلمت حیات نور مستقیم کے مقابلہ میں انھوں نے اختیار کیا تھا اسی کی مناسبت سے انھیں نور اور رحمت سے محرومی کی وعید سنائی جارہی ہے۔ اور آخر میں پھر ایمان کامل کی دعوت، خشوع الٰہی کی ضرورت اور منزل من اللہ قانون کی پیروی کی اہمیت پر اہل ایمان کو اس طرح ابھارا ہے۔ "یوم یقول المنافقین والمنافقات للذین آمنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نورا فضرب بینہم بسورلہ باب باطنہ فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب، ینادونہم الم نکن معکم، قالوا بلی ولکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم الامانی حتیٰ جاء امر اللہ وغرکم باللہ الغرور۔ فالیوم لا یوخذ منکم فدیۃ ولا من الذین کفروا ماوٰکم النار ہی مولٰکم وبئس المصیر، الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ و مانزل من الحق"۔ (حدید۔ ۱۳۔ ۱۶) ترجمہ "جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں اہل ایمان سے کہیں گے ہماری طرف دیکھو ہم تمہارے نور سے (کچھ) اقتباس کرلیں (پل صراط کے اندھیرے میں) ان سے کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو اور روشنی ڈھونڈو (یعنی دنیا میں واپس جاسکو تو چلے جاؤ کیونکہ وہ دارالعمل تھی، روشنی وہاں عمل سے جمع کی جاسکتی تھی، یعنی یہ کہ اب روشنی ملنی ممکن نہیں جیسے کہ دنیا میں واپس جانا ممکن نہیں) پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی گئی، جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندر رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب، وہ ان کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ وہ جواب دیں گے کیوں نہ تھے لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈال لیا، اور گھات میں (مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں) لگے رہے تم، اور شک میں پڑے رہے، تم، اور (باطل) امیدوں نے تم کو دھوکہ میں رکھا، یہاں تک کہ امر الٰہی (موت یا عذاب) آپہنچا اور بہکایا تم کو اللہ سے مغرور (شیطان یا دنیا) نے، سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کفار سے، تمہارا ٹھکانا آگ ہے، یہی تمہاری رفیق ہے، اور بُرا انجام ہے یہ۔ کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آگیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے خشوع (خضوع اور یاد) حاصل کریں اور اس سے جو حق (سچا دین یا قرآن) اترا۔ ●●●●